حصہ دوم

خلافت راشدہ

۱۱ھ تا ۴۰ھ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

باب ۱۵

حضرتِ ابوبکرؓ کا دورِ خلافت ۱۱ تا ۱۳ھ

حضرتِ ابوبکرؓ کا انتخاب
ان کی ابتدائی مشکلات اور ان کا حل

خلافت کے لئے حضرت ابوبکرؓ کی موزونیت

حضرت ابوبکرؓ کا پیدائشی نام عبداللہ کنیت ابوبکرؓ اور لقب صدّیق تھا۔ آپ قریش کی ایک ممتاز شاخ بنی تیم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا خاندان زمانۂ جاہلیت میں بھی بہت معزز سمجھا جاتا تھا۔ اور اسلام لانے سے پہلے آپ کی راست بازی، معاملہ فہمی، متانت اور سنجیدگی کی شہرت تھی۔ چونکہ آپ طبعاً سلیم الفطرت تھے اور آنحضرتؐ کے ہم عمر بھی، اس لئے بچپن ہی سے طبائع کی یکسانیت کی وجہ سے دونوں میں گہری دوستی تھی، اور دونوں ایک دوسرے سے اچھی طرح واقف تھے۔ اسی لئے جس وقت آنحضرتؐ نے اپنی نبوّت کا اعلان کیا تو آپ بغیر کسی شک و شبہ کے ایمان لے آئے۔ چنانچہ اسلام لانے والوں میں (عورتوں اور بچّوں کو چھوڑ کر) آپ کا پہلا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نمبر ہے۔ اسلام کے پُرخطر مکّی دَور میں جب مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ توڑے جاتے تھے۔ آپ ہمیشہ رسُولِ اکرمؐ کے دستِ راست رہے۔ حضرتِ عثمانؓ حضرتِ زبیرؓ ابن العوام۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف۔ حضرتِ ابوعبیدہؓ ابن الجراح۔ حضرت سعد بن ابی وقاص آپ ہی کی کوششوں سے مسلمان ہوئے۔

اسلام کی راہ میں حضرتِ ابوبکرؓ کی مالی قربانیاں بھی یادگار ہیں۔ آپ تاجر تھے اور ہجرت سے پہلے اور بعد آپ کا کپڑے کا وسیع کاروبار تھا۔ آپ نے متعدد غلاموں کو (خصوصاً حضرتِ بلالؓ کو) جو اپنے کافر آقاؤں کے جور وستم کا نشانہ تھے خرید کر آزاد کرایا۔ مدینہ میں جب آنحضرتؐ نے مسجدِ نبوی کی تعمیر کا ارادہ کیا تو حضرتِ ابوبکرؓ نے زمین کی قیمت خود ادا کی۔ جنگِ تبوک کے موقعہ پر جب چندے کی ضرورت پڑی تو آپ نے اپنے گھر کا تمام اثاثہ آنحضرتؐ کے قدموں پر رکھ دیا۔

اس کے علاوہ آپ کئی اور حیثیتوں سے بھی دوسرے صحابہ سے ممتاز تھے۔ ہجرت کے وقت آں حضرتؐ نے آپ ہی کو واحد رفیق منتخب کیا، حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے آں حضرتؐ نے آپ ہی کو امیرِ حج بنا کر بھیجا، تاکہ یہ اعلان کیا جائے کہ اس کے بعد کوئی مشرک کعبہ کے اندر قدم نہیں رکھ سکتا۔ وفات سے پہلے جب آں حضرتؐ مسجد میں آنے سے معذور ہو گئے، تو آپؐ نے مسجدِ نبوی کی امامت کے لئے حضرتِ ابوبکرؓ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہی کو منتخب کیا۔ اسلام میں اس سے بڑھ کر اور کوئی اعزاز نہیں ہو سکتا تھا۔ چونکہ اسلام کا نظام صحیح جمہوریت اور باہمی مشورے پر مبنی ہے۔ اس لئے آنحضرتؐ حضرتِ ابوبکرؓ کو نامزد کرکے جمہوری اصولوں کو توڑنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن آنحضرتؐ کی غیر حاضری میں حضرتِ ابوبکرؓ کی امامت درحقیقت ان کی جانشینی کی طرف کھلا ہوا اشارہ تھا۔

حضرتِ ابوبکرؓ کا انتخاب

آنحضرتؐ کی وفات سے پہلے ایک بہت ہی نازک صورتِ حال پیدا ہوگئی۔ آپؐ کی وفات کی خبر سُن کر بہت سے مسلمان مسجدِ نبوی میں جمع ہوگئے اور ان کو یقین نہیں آتا تھا کہ آپؐ واقعی فوت ہوگئے ہیں۔ کیونکہ صبح کی نماز کے وقت آپؐ کی حالت اچھی تھی۔ حضرتِ عمرؓ نے یہی سمجھا کہ یہ خبر کسی منافق نے اڑا دی ہے اور اسی لئے آپ تلوار لے کر کھڑے ہوگئے تاکہ اس شرارت کو پھیلنے سے روکا جائے۔ اسی اثنا میں حضرتِ ابوبکرؓ تشریف لے آئے اور سیدھے حضرتِ عائشہؓ کے حجرے میں چلے گئے، جہاں حضورؐ کا جسدِ مبارک تھا۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ آنحضرتؐ واقعی فوت ہو چکے ہیں تو آپ باہر تشریف لائے اور لوگوں کے سامنے اپنی مشہور تقریر کی:-

"اگر آپ لوگ محمدؐ کی عبادت کرتے تھے تو پھر سمجھ لو کہ آپ فوت ہوگئے اور اگر آپ خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے تو وہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔"

یہ سُن کر لوگوں کو کچھ تسکین ہوئی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

مدینہ میں ابھی تک منافقین کی جماعت موجود تھی جو اسلام کو زک پہنچانے کے لئے موقعہ کی تلاش میں رہتی تھی۔ چونکہ آنحضرتؐ نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا اس لئے منافقین کو فتنہ انگیزی کا موقعہ مل گیا۔ ادھر ابھی آپؐ کی تجہیز و تکفین بھی نہ ہوئی تھی کہ انہوں نے آپؐ کی جانشینی کا مسئلہ چھیڑ دیا۔ حضرتِ ابوبکرؓ اور حضرتِ عمرؓ وغیرہ ابھی مسجدِ نبوی ہی میں تھے کہ اطلاع آئی کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ (مدینہ میں انصار کا دارالمشورہ) میں جمع ہو کر آں حضرتؐ کے جانشین کا انتخاب کر رہے ہیں۔ یہ موقعہ بہت نازک تھا۔ کیونکہ اگر انصار اپنی جگہ پر کسی کو امیر منتخب کر لیتے جسے عرب کے لوگ قبول نہ کرتے تو اسلام کا شیرازہ درہم برہم ہو جاتا۔ سعد بن عبادہ، انصار کے ایک مقتدر رئیس تھے۔ انصار نے ان کے حق میں تقریباً فیصلہ کر ہی لیا تھا کہ حضرتِ ابوبکرؓ کو اطلاع ہو گئی۔ آپ آں حضرتؐ کی تجہیز و تکفین کو چھوڑ کر اور حضرتِ عمرؓ اور حضرتِ ابو عبیدہ ابن جراح کو لے کر سقیفہ بن ساعدہ پہنچ گئے۔ حضرتِ عمرؓ کچھ کہنا چاہتے تھے۔ لیکن حضرتِ ابوبکرؓ نے انہیں روک دیا اور خود اُٹھے۔ آپؓ نے نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ پہلے انصار کی اسلام کی راہ میں خدمات کا اعتراف کیا لیکن اس کے ساتھ ہی ان کی توجہ اس امر کی طرف دلائی کہ عرب سوائے قریش کے کسی اور کو اپنا امیر تسلیم نہیں کریں گے۔ قریش صدیوں سے خانہ کعبہ کے متولی چلے آتے تھے اور دوسرے عرب قبائل پر انہیں خاص امتیاز حاصل تھا۔ اس لئے عرب قبائل قریش ہی کی قیادت قبول

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کرنے پر تیار ہو سکتے تھے۔ اس پر ایک انصاری نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایک ساتھ دو امیر کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس سے تو اسلام کی وحدت پارہ پارہ ہو جائے گی۔ آخر انصار کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور ان میں سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا "ہم تسلیم کرتے ہیں کہ خلافت قریش ہی کا حق ہے۔ جب انصار ہی میں سے ایک جماعت اس بات کی حامی ہو گئی تو انصار خاموش ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فوراً موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور کہا کہ عمرؓ اور ابو عبیدہؓ یہاں موجود ہیں ان دونوں میں سے جس کو چاہو امیر منتخب کر لو۔ یہ سُن کر وہ دونوں حضرات کھڑے ہو گئے اور کہا کہ "اے صدیقؓ! آپ سے زیادہ خلافت کا حق دار کون ہے؟ کیا آپؐ نے آنحضرتؐ کی زندگی میں نماز کی امامت میں ان کی نیابت نہیں کی۔ اپنا ہاتھ بڑھائیے کہ پہلے ہم بیعت کریں"۔ حضرت ابوبکرؓ کو اب بھی کچھ تامل تھا لیکن حضرت عمرؓ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ اگر حضرت ابوبکرؓ نے انکار کر دیا تو بات پھر اُلجھ جائے گی، فوراً آپ کا ہاتھ کھینچ کر بیعت کر لی۔ حضرت ابوبکرؓ کی شخصیت اتنی محبوب تھی کہ ان کے انتخاب پر کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی بیعت کے بعد دوسرے مسلمان بھی بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے اور اس طرح یہ نازک ترین مسئلہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی فہم و فراست اور حسنِ تدبر سے سلجھ گیا۔ ورنہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے نتائج کس قدر ہولناک ہوتے۔ حضرت

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

علیؓ جو آں حضرتؐ کی تجہیز و تکفین میں لگے ہوئے تھے اس بیعت میں شریک نہیں ہوئے لیکن بعد میں انہوں نے بھی بیعت کرلی۔ سعد بن عبادہ نے مرتے دم تک بیعت نہ کی۔ لیکن چونکہ ان کے انکار سے اب کسی فتنہ کے پھیلنے کا اندیشہ نہ تھا اس لئے حضرتِ ابوبکرؓ نے ان سے تعرض نہ کیا۔

خطبۂ خلافت سقیفہ بنی ساعدہ کی بیعت کے دوسرے روز مسجد نبوی میں بیعتِ عامہ ہوئی بیعت کے بعد آپ نے جو خطبہ دیا وہ دنیا کی تاریخ میں ایک انقلابی حیثیت رکھتا ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے فرمایا:۔

"لوگو! میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم میں سے بہتر نہیں ہوں اور میرے دل میں کبھی خلافت یا امارت کی خواہش پیدا نہیں ہوئی۔ نہ ظاہر نہ پوشیدہ۔ میں نے یہ منصب صرف اس وجہ سے قبول کیا ہے کہ کوئی فتنہ نہ برپا ہو، ورنہ جو بار مجھ پر ڈالا گیا ہے۔ میں اپنے اندر اس کے برداشت کی طاقت نہیں پاتا۔ اگر میں اچھا کام کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر میں غلطی پر ہوں تو تم میری اصلاح کرو۔ تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے حتیٰ کہ میں اسے اس کا حق دلوا دوں۔ اور تم میں سے جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں (غصب شدہ) حق اس سے چھین لوں۔ تم

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میری اطاعت اس وقت تک کرو جب تک کہ میں
اللہ اور اس کی رسول کی اطاعت کروں۔ اور
اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے
پھر جاؤں تو پھر میری اطاعت تم پر لازم نہیں"

اس خطبے میں آپ نے بعض نہایت اہم اصولِ سیاست بیان فرمائے ہیں۔ جو صحیح جمہوریت کی رُوح قرار دئے جا سکتے ہیں۔ ان کے خطبہ سے مندرجہ ذیل نکات اخذ کئے جا سکتے ہیں:-

اوّل: حکومت عوام کی بھلائی کے لئے ہوتی ہے جہاں تک ہو سکے، عوام کو حکومت کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے لیکن اگر حکومت عوام کی بھلائی کی بجائے انہیں نقصان کی طرف لے جائے تو عوام کا فرض ہے کہ حکومت کی اصلاح کریں۔ یعنی حکومت کو اس کی غلطی پر ٹوکا جائے۔ اور اگر وہ ناقابلِ اصلاح ہو تو اسے بدل دیا جائے۔

دوم: آپ نے فرمایا کہ حکومت کا فرض ہے کہ شہریوں کے حقوق کی نگہداشت کرے۔ کمزوروں کو ان کا حق دلوائے۔ اور زبردستوں کو زیردستوں کے حقوق پامال کرنے کی اجازت نہ دے۔ اس معاملہ میں کسی بڑی سے بڑی شخصیت کا بھی لحاظ نہ کیا جائے۔ ایک کمزور سے کمزور شخص بھی اپنے حقوق کی حفاظت کا مطالبہ اتنے ہی زور سے کر سکتا ہے جتنا کہ ایک با اثر آدمی۔

سوم: آپ کے ارشادِ گرامی سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں حکومت کی اطاعت مشروط ہے حکومت کی اطاعت اسی حد تک ہے جس حد تک کہ حکومت

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کے احکام کتاب و سنّت کے مطابق ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کے خلاف کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے احکام بھی نہ مانے جائیں۔

حضرتِ ابوبکرؓ کی مشکلات اور اُن کا حل

حضرتِ ابوبکرؓ کی خلافت کا آغاز بڑی مشکلات کے درمیان ہوا۔ ابھی آپ نے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی ہی تھی کہ مصائب کے بادل چاروں طرف سے امڈ کر آ گئے:۔

۱۔ سب سے اہم، عرب قبائل کا ارتداد تھا۔ بہت سے قبائل نے آں حضرتؐ کی زندگی میں اسلام قبول تو کر لیا تھا۔ لیکن ان کے دلوں میں ابھی وہ راسخ نہیں ہوا تھا۔ اس لئے آپؐ کی وفات کے بعد ہی وہ مرتد ہو گئے

۲۔ اس کے ساتھ ہی متعدد جھوٹے مدعیانِ نبوت اُٹھ کھڑے ہوئے۔

۳۔ بعض قبائل نے اسلام تو ترک نہ کیا مگر زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔

۴۔ ادھر جنگِ موتہ میں اسلامی لشکر کی پسپائی کی وجہ سے شمالی سرحدیں غیر محفوظ ہو گئی تھیں اور اس لئے جنگِ موتہ کا انتقام لینا نہایت ضروری تھا۔

اُسامہ بن زید کی مہم

سب سے پہلے آپ نے جنگِ موتہ کی انتقامی مہم کی طرف توجہ کی۔ یہ مہم حضرتِ ابوبکرؓ کی پختگیٔ عزم کا پہلا امتحان تھی۔ رسولِ اکرمؐ نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے جنگِ موتہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کے شہیدوں کا انتقام لینے کے لئے ایک لشکر کی تیاری کا حکم دیا تھا۔ اور اس لشکر کے سردار، زید بن حارث (آپؐ کے آزاد کردہ غلام جو جنگ موتہ میں شہید ہوئے تھے) کے بیٹے اُسامہ کو مقرر فرمایا تھا۔ اس لشکر میں حضرتِ ابوبکرؓ اور حضرتِ عمرؓ جیسے مقتدر صحابہ شامل تھے۔ لیکن ابھی یہ لشکر روانہ نہ ہُوا تھا کہ آپؐ کا انتقال ہو گیا۔ آپؐ کی وفات کی خبر سُنتے ہی بہت سے عرب قبائل اسلام سے منحرف ہو گئے اور ساتھ ہی مدینہ پر حملے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ یہ وقت اسلام اور ننھّی سی اسلامی ریاست کے لئے انتہا کی نازک تھا۔ بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ کچھ عرصہ کے لئے اُسامہ کے لشکر کی روانگی ملتوی کر دی جائے اور پہلے فتنۂ ارتداد کو کچلا جائے۔ لیکن حضرتِ ابوبکرؓ نے بڑی سختی سے اس مشورہ کو رد کر دیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ

"قسم اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ مدینہ میں میں اکیلا رہ گیا ہُوں اور مجھے بھیڑیے نوچ کر کھا جائیں گے، جب بھی میں اس لشکر کی روانگی کو ملتوی نہ کروں گا"۔

اس کے بعد بعض صحابہ نے (بقول سر ولیم میور حضرت عمرؓ نے) یہ مشورہ دیا کہ اسامہ کی بجائے جو ایک نوعمر اور ناتجربہ کار شخص ہے کسی اور کو سردار مقرر کر دیا جائے۔ اس پر آپ غصّے سے بیتاب ہو گئے اور کہا: "عمرؓ! کیا میں اتنی جرأت کر سکتا ہوں کہ جسے خدا کے رسولؐ نے سردار بنایا ہو اسے معزول کر دُوں"۔

بظاہر ایسے نازک وقت میں حضرتِ ابوبکرؓ کا فوج کو روانہ کرنا مصلحت اور تدبیر کے خلاف نظر آتا ہے۔ لیکن بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا ہے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کہ آپ کے یہ دونوں فیصلے نہایت صحیح تھے۔ حضرتِ اُسامہ بن زید کے لشکر کو نہ روکنے سے باغی قبائل کو یقین ہو گیا کہ مسلمان ابھی کافی مضبوط ہیں۔ ورنہ وہ ایسے نازک حالات میں مدینہ سے دُور اتنی بڑی فوج نہ بھیجتے۔ نیز اگر آپ یہ مشورہ قبول کر لیتے اور اس فوج کو نہ بھیجتے تو حکمِ رسول سے سرتابی کی ایک مثال قائم ہو جاتی۔

جب لشکر کی روانگی کا وقت آیا تو حضرتِ ابوبکرؓ خود فوج کو رخصت کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرتِ اُسامہ گھوڑے پر سوار تھے اور آپؓ ان کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ اُسامہؓ نے بہتیرا کہا کہ آپ سوار ہو جائیں یا مجھے اُترنے کی اجازت دیں۔ مگر آپ نہ مانے اور جواب دیا: "ان دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ کیا ہرج ہے اگر میں خدا کے رستے میں تھوڑی دُور چل کر اپنے پاؤں غبار آلود کر لوں۔ جبکہ غازی کے ہر قدم کے بدلے سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں"۔ آپ اُسامہ کے گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے جا رہے تھے اور ساتھ ہی اسے جنگ کے متعلق ہدایت دے رہے تھے کہ "خیانت نہ کرنا۔ مال نہ چھپانا۔ غداری سے بچنا۔ کسی کے اعضاء نہ کاٹنا۔ بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا کھانے کے علاوہ بے فائدہ جانوروں کو ذبح نہ کرنا۔ اور گوشہ نشین راہبوں اور مذہبی پیشواؤں سے تعرض نہ کرنا"۔

اللہ! اللہ! کیا سنہری اصول ہیں جو آج بھی بطورِ اصولِ جنگ اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی اساس ہو سکتے ہیں۔

اُسامہ کی فوج میں حضرتِ عمرؓ بھی شامل تھے۔ چونکہ حضرتِ ابوبکرؓ کے مشیر کی حیثیت سے ان کا مدینہ میں رہنا مزید تھا،

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے اپنی ضرورت ظاہر کرکے اسامہ سے درخواست کی کہ وہ حضرت عمرؓ کو چھوڑ دیں - یہ بھی دراصل جمہوریت کا ایک سبق تھا کہ لشکر کے سپہ سالار سے مشورہ کئے بغیر خلیفہ خود اپنے حکم سے ایک سپاہی کو روک لے - اُسامہ چالیس دن کے بعد عرب اور شام کے سرحدی علاقوں کو تاخت وتاراج کرنے کے بعد مدینہ واپس آگئے ان کے لشکر کا ایک سپاہی بھی ضائع نہ ہوا - اس لشکر کے آنے سے حضرت ابوبکرؓ کو بہت تقویت ہوئی .

مدینہ پر حملہ اور باغیوں کو شکست

اسی اثنا میں عرب کے مختلف گوشوں سے قبائل کے ارتداد اور بغاوت کی خبریں آنی شروع ہوگئیں - بلکہ باغیوں کا ایک لشکر تو مدینہ کے بالکل قریب جمع ہوگیا - ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ مدینہ اسلامی فوج سے خالی ہے - اس لئے ان کی جانب سے ہر وقت حملے کا خطرہ تھا - مدینہ میں جو تھوڑے بہت مسلمان رہ گئے تھے حضرت ابوبکرؓ نے ان کو اکٹھا کرلیا اور ان کی مدد سے شہر کی حفاظت کا انتظام کرلیا - ساتھ ہی مدینہ کے قرب وجوار میں جس قدر وفادار اشخاص مل سکتے تھے، انہیں بھی بلالیا - جن جن رستوں سے شہر پہ حملہ ہو سکتا تھا - وہاں چھوٹے چھوٹے دستے متعین کر دئے اور حضرت علیؓ ، زبیرؓ ، طلحہؓ کو ان دستوں پہ مقرر کیا - تین دن کے بعد باغی ذوالقصہ ، مدینہ سے نجد کی جانب ایک منزل پر ایک مقام) کی جانب سے حملہ آور ہوئے - اس حملے کی اطلاع بیرونی محافظ دستوں کے ذریعہ سے فوراً مدینہ پہنچ گئی اور آن کی آن میں مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

لشکر مقابلہ کے لئے آگے بڑھا۔ باغیوں کا خیال تھا کہ مدینہ فوج سے خالی ہوگا لیکن جب مقابلہ کی صورت دیکھی تو پیچھے ہٹ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے راتوں رات فوج کو جمع کر کے باغیوں پر چھاپہ مارا۔ باغی مقابلہ کی ہمت نہ لاکر تتر بتر ہو گئے۔ آپ ذوالقصہ میں فوج کا ایک دستہ چھوڑ کر مدینہ واپس آ گئے۔

اس چھوٹی سی مہم کا بہت اچھا اثر ہوا۔ اس سے ایک تو مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ دوسرے مدینہ کے قرب وجوار کے بادیہ نشینوں کو معلوم ہو گیا کہ مدینہ میں مرکزی حکومت کی طاقت اس قدر ہے کہ باقاعدہ فوج کے نہ ہوتے ہوئے بھی مدینہ کی حفاظت کر سکتے۔ مدینہ آئندہ ایسے حملوں سے محفوظ ہو گیا۔ تیسرے باغیوں کی اس سرکوبی سے کئی جگہ سے زکوٰۃ آنی شروع ہو گئی جو اس موقعہ پر نہایت ہی مبارک شگون تھا۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت

آں حضرتؐ کی وفات کے ساتھ ہی بلکہ آنحضرتؐ جب مرض الموت میں گرفتار تھے تو آپؐ کی بے مثال کامیابی دیکھ کر کئی جھوٹے مدعیانِ نبوت پیدا ہو گئے۔ ان میں طلیحہ، اسود عنسی، سجاع اور مسیلمہ کذاب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ طلیحہ بنی اسد کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا قبیلہ ایک دفعہ بیابان میں سے گزر رہا تھا اور پانی نہ ملتا تھا۔ طلیحہ نے ایک جگہ کا پتہ دیا جہاں سے پانی مل گیا۔ اس "معجزے" کی بنا پر طلیحہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور بنی اسد کو اپنے تابع بنا لیا بنی طے (حاتم طائی کا قبیلہ) بنی اسد کے حلیف تھے۔ اس لئے وہ بھی ان کے ساتھ ہو گئے قبیلہ غطفان کے بہت سے لوگ بھی ان سے مل گئے۔ اسود عنسی یمن کا باشندہ تھا۔ آنحضرتؐ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے اس نے بھی دعویٰ کیا اور یمن کے سادہ لوح

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

قبائلیوں کو جادو کے کرشمے دکھا کر اپنا گرویدہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے نجران پر حملہ کر دیا اور وہاں کے مسلمان عامل کو نکال دیا۔ جب اس نے اپنے آپ کو کافی مضبوط دیکھا تو یمن کے دار الحکومت صنعا پر حملہ کر کے اس کے ایرانی النسل گورنر شہر بن باذان کو قتل کر دیا اور اس کی بیوی سے شادی کر لی۔ اس فتح کے بعد تمام یمن اس کے قبضے میں آ گیا۔ جب آں حضرتؐ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو آپؐ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن روانہ کیا۔ اس دوران میں یمن کی ایرانی فوج کے ایک سردار فیروز نے شہر بن باذان کی بیوہ (جو اب اسود کی بیوہ تھی) سے مل کر اسود کو قتل کر دیا یہ واقعہ آنحضرتؐ کی وفات سے ایک دو دن پیشتر ہوا تھا۔ جب آنحضرتؐ کی وفات کی خبر یمن پہنچی تو اسود عنسی کے بعض حامیوں نے پھر فتنہ برپا کر دیا اور جس شورش کی ابتدا اسود عنسی نے کی تھی وہ بدستور جاری رہی۔

سجاع ایک عیسائی عورت تھی جو قبیلہ بنی تغلب سے تھی۔ بنی تغلب عیسائی تھے۔ جب سجاع نے نبوت کا دعویٰ کیا تو بنی تغلب اور دوسرے عیسائی قبائل اس کے ساتھ مل گئے۔ بنی تمیم کا سردار مالک بن نویرہ بھی ان سے مل گیا۔ لیکن بنی تمیم کے بعض قبائل نے ان کے ساتھ ملنے سے انکار کر دیا۔ یہاں سے سجاع مدینہ کی طرف بڑھی اور مسیلمہ کذاب کے لشکر سے مل گئی۔ سر ولیم میور کا بیان ہے کہ مسیلمہ نے اس سے شادی کر لی۔ کچھ دنوں کے بعد وہ اپنے قبیلہ بنی تغلب میں واپس آ گئی اس کے بعد کے حالات غیر یقینی ہیں۔ ایک روایت ہے کہ وہ حضرت معاویہ کے زمانے میں مسلمان ہو گئی تھی۔

ان سب مدعیانِ نبوت میں سب سے خطرناک مسیلمہ تھا۔ یہ بنی حنیفہ سے تعلق رکھتا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب بنی حنیفہ کا وفد اسلام

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

قبول کرنے کے لئے آں حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مسیلمہ بھی اس وفد میں شامل تھا۔ مسیلمہ نے کہا کہ میں اس شرط پر ایمان لاؤں گا کہ آپؐ مجھے اپنا جانشین مقرر کر دیں۔ آپؐ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر اسلام کے عوض کھجور کی یہ ٹہنی بھی مجھ سے مانگو تو میں نہ دوں گا۔ مسیلمہ نے واپس جاکر نبوت کا دعویٰ کر دیا اور آنحضرتؐ کو ایک خط لکھا کہ میں نبوت میں آپؐ کے ساتھ برابر کا شریک کر دیا گیا ہوں۔ لہٰذا آدھی دنیا آپؐ کی ہے اور آدھی میری۔ آپؐ نے جواب بھیجا کہ زمین تو اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جسے چاہے دیتا ہے اور عاقبت صرف خدا سے ڈرنے والوں کے لئے ہے۔ آں حضرتؐ کی بیماری اور بعد ازاں وفات نے اس کے حوصلہ کو اور بڑھا دیا۔ یہ شخص قرآنِ پاک کی آیتوں کی نقل میں اُلٹے سیدھے فقرے گھڑ لیتا تھا۔ اور کئی "معجزوں" کا بھی مالک تھا۔ اس لئے بے شمار لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار

ان جھوٹے مدعیانِ نبوت کے ساتھ ہی ایک اور فتنہ نے بھی سر اُٹھایا اور وہ یہ تھا کہ بہت سے قبائل نے اسلام کے دوسرے ارکان (یعنی نماز روزہ وغیرہ) کو تسلیم کر لیا مگر زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ عرب کے قبائل ہمیشہ سے آزادی کے خوگر رہے ہیں اور ان کے نزدیک زکوٰۃ ایک قسم کا خراج تھا جو کسی حکومت کے ماتحت ہونے کی دلیل تھی۔ ان قبائل نے مدینہ میں اپنے وفد بھیجے کہ ان سے زکوٰۃ نہ وصول کی جائے چونکہ اس وقت مدینہ پر باغیوں کے حملہ کا خطرہ تھا، اس لئے صحابہ کی اکثریت (جن میں حضرتِ عمرؓ بھی شامل تھے) اس بات کے حق میں تھی کہ منکرینِ زکوٰۃ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ یعنی فی الحال زکوٰۃ و طلب کی جائے۔ جب وہ اسلام میں راسخ ہو جائیں گے تو خود بخود زکوٰۃ دینے لگیں گے۔ لیکن حضرتِ ابوبکرؓ زکوٰۃ کی رُوح کو سمجھتے تھے، ان کے نزدیک ملّت کی وحدت سب سے مقدم چیز تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر اسلام کے بنیادی اصولوں میں رتی بھر بھی تبدیلی کی گئی تو اس سے اور بڑی تبدیلیوں کا دروازہ کھل جائے گا اور اسلام کی وحدت پارہ پارہ ہو جائے گی۔ اسلام نے جو نظام قائم کیا تھا اس کا تقاضا یہ تھا کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو کر قومی ضروریات پر خرچ کی جائے۔ یوں بھی زکوٰۃ (دوسرے ٹیکسوں کی عدم موجودگی میں) اسلامی حکومت کے محاصل کا ایک بہت بڑا حصّہ تھی اور اگر آمدنی کا یہ ذریعہ بند ہو جاتا تو اسلامی حکومت کی جڑیں کھوکھلی ہو جاتیں۔ ان اسباب کی بنا پر آپؓ نے سختی سے اس مشورے کو رد کر دیا اور کہا کہ:۔

"خدا کی قسم! اگر یہ لوگ زکوٰۃ کے ایک اونٹ کی رسّی بھی ادا کرنے سے انکار کریں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا"۔

آپ کا یہی آہنی عزم تھا جو اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو اس بھنور سے نکال لایا۔

جھوٹے مدّعیانِ نبوّت کا استیصال اور منکرینِ زکوٰۃ کی سرکوبی

ہیں وہ مشکلات جن سے حضرتِ ابوبکرؓ کو نظامِ خلافت سنبھالتے ہی دوچار ہونا پڑا۔ جب ملک کے مختلف حصّوں سے ان جھوٹے مدعیانِ نبوّت کی بغاوتوں کی خبریں مدینہ پہنچنے لگیں تو آپؓ نے ان

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کے قلع قمع کا پورا تہیہ کر لیا۔ اس وقت تک حضرت اُسامہ کی فوج بھی مظفر و منصور مدینہ واپس آچکی تھی۔ آپ نے کُل اسلامی فوج کو گیارہ دستوں میں تقسیم کیا۔ ہر دستے کا الگ الگ سردار مقرر کیا اور اسے ایک جھنڈا عطا کیا۔ یہ گیارہ دستے ملک کے مختلف حصّوں میں روانہ کئے گئے، ان میں سب سے بڑے دستے کے سردار حضرت خالد بن ولیدؓ تھے جو بنی اسد کے مدعیٔ نبوت طلیحہ کے خلاف بھیجے گئے۔ ابوجہل کے لڑکے عکرمہ کو مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کی مہم سپرد ہوئی۔ باقی دستے دوسرے مرتد قبائل کے خلاف بھیجے گئے۔ ان دستوں کی روانگی سے پہلے آپ نے باغیوں کے نام ایک اعلان شائع کیا۔ جس میں انہیں اسلام میں دوبارہ داخل ہونے کی دعوت دی گئی اور ان سے وعدہ کیا گیا کہ اگر وہ اطاعت اختیار کر لیں تو ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد فوج کے سپہ سالاروں کو ہدایت کی کہ وہ نرمی سے کام لیں اور جو انکار کرے، صرف اسی سے جنگ کی جائے۔ جس بستی سے اذان کی آواز آئے اسے مسلمانوں کی بستی سمجھا جائے۔ یہ ہدایت اس لئے دی گئی تھی کہ مرتد قبائل کے بعض حصّے باغیوں کے ساتھ شامل نہ ہوئے تھے۔ وہ ابھی تک اسلام پر جمے ہوئے تھے۔ لیکن مدینہ سے ان کے تعلقات منقطع ہو گئے تھے، اذان اس بات کی شناخت تھی کہ وفادار قبائل کون سے ہیں۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ تمام قوم کو باغی سمجھا جائے۔

طلیحہ کی شکست اور معافی

حضرت خالد بن ولید سب سے پہلے طلیحہ کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ طلیحہ کے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

دعوئ نبوت پر اس کا قبیلہ بنی اسد اس کے ساتھ ہو گیا تھا اور چونکہ بنی طے اسد کے حلیف تھے، اس لئے وہ بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ طلیحہ نے ایک عظیم الشان لشکر تیار کیا۔ بزاخہ کے مقام پر جمع کر لیا۔ اس وقت مدینہ میں قبیلہ طے کے سردار حضرت عدی (حاتم طائی کے بیٹے) موجود تھے۔ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے درخواست کی کہ انہیں اجازت دی جائے کہ وہ اپنے قبیلے کو سمجھا بجھا کر اس فتنے سے باز رکھیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اجازت دی اور ان کی کوششوں سے قبیلہ طے کے تمام آدمی طلیحہ سے علیحدہ ہو گئے۔ حضرت عدی کی کوشش سے ایک اور قبیلہ بنی جدیلہ بھی طلیحہ سے الگ ہو گیا۔ ان دونوں قبیلوں کے ایک ہزار آدمی حضرت خالد کی فوج میں آ کر شامل ہو گئے۔ طلیحہ نے بزاخہ کے مقام پر مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور شام کی طرف بھاگ گیا اور اس کی ساری فوج منتشر ہو گئی۔ بعد میں وہ توبہ کر کے پھر مسلمان ہو گیا اور عراق کی مہمات میں خوب بہادری دکھائی۔

مالک بن نویرہ کا قتل

یہاں سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ بنی تمیم کی طرف بڑھے ان کا سردار مالک بن نویرہ علیحدگی مدعیۂ نبوت سجاح سے مل گیا تھا۔ جب ان لوگوں نے طلیحہ کی شکست کی خبر سنی تو بہت ہراساں ہوئے اور حضرت خالدؓ کی خدمت میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوئے۔ لیکن مالک نہ آیا۔ اپنے قبیلے کے بہت سے آدمیوں کے اطاعت کر لینے کے بعد اس میں مقابلے کی ہمت نہ رہی اس لئے اس نے اپنے لشکر کو منتشر کر دیا اور خود روپوش ہو گیا۔ حضرت خالدؓ نے بعض مسلمانوں کی رائے کے خلاف ان کا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

تعاقب کیا اور مالک کو بمعہ اس کے چند ساتھیوں کے گرفتار کرلیا رات کے وقت قیدیوں کے حفاظتی دستہ نے حضرتِ خالدؓ کے حکم کی غلط تاویل کرکے مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ مالک کے قتل کے بعد حضرتِ خالدؓ نے مالک کی بیوہ سے شادی کرلی۔ بعض صحابہ نے حضرتِ ابوبکرؓ سے شکایت کی کہ حضرتِ خالدؓ نے مالک کو آپ کے حکم کے خلاف قتل کیا ہے لہٰذا حضرتِ خالدؓ کو سزا دینی چاہیئے۔ شکایت کرنے والوں نے شہادت دی کہ انہوں نے مالک اور اس کے ساتھیوں کو اذان دیتے سنا تھا۔ اس امر نے کہ حضرتِ خالدؓ نے مالک کی بیوہ سے شادی کرلی تھی اس الزام کو اور تقویت پہنچائی۔ حضرت عمرؓ نے حضرتِ ابوبکرؓ سے مطالبہ کیا کہ خالدؓ کو سخت سزا دی جائے۔ حضرتِ خالدؓ نے اس الزام کے خلاف یہ صفائی پیش کی کہ مالک کے ساتھیوں نے سزا سے بچنے کے لئے اذان دی ورنہ وہ درحقیقت مسلمان نہ تھے۔ حضرتِ ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ کو اس الزام سے بری قرار دیا لیکن کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرتِ عمرؓ کے دل میں حضرتِ خالدؓ کے خلاف گرہ پڑ گئی۔

مسیلمہ کذاب کا قتل

بنی تمیم کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خالدؓ نے حضرتِ ابوبکرؓ کے حکم سے مسیلمہ کی طرف رُخ کیا، ابتداءً مسیلمہ کی سرکوبی کے لئے دو لشکر عکرمہ بن ابوجہل اور شرجیل بن حسنہ کی قیادت میں بھیجے گئے تھے۔ حضرتِ ابوبکرؓ نے تاکید کی تھی کہ جب تک دونوں فوجیں جمع نہ ہو جائیں مسیلمہ پر چڑھائی نہ کی جائے۔ لیکن عکرمہ نے اس خیال سے کہ کامیابی کا سہرا اس کے سر بندھے، شرجیل

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کا انتظار کئے بغیر مسیلمہ پر حملہ کر دیا اور شکست کھائی۔ اب حضرتِ خالدؓ کو حکم ملا کہ وہ مسیلمہ کے خلاف جائیں۔ مسیلمہ کو جب حضرتِ خالدؓ کے آنے کی خبر ملی تو وہ چالیس ہزار کی جمعیت لے کر مقابلہ کے لئے نکلا۔ یمامہ کے مقام پر گھمسان کا رن پڑا۔ شروع شروع میں مرتدین مسلمانوں کو دباتے دباتے حضرتِ خالدؓ کے خیمہ تک پہنچ گئے۔ لیکن مسلمانوں نے پھر سنبھل کر حملہ کیا۔ یہ حملہ اتنا سخت تھا کہ دشمن کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ مسیلمہ اپنے سات سو ساتھیوں کے ساتھ اپنے ایک باغ میں جس کا نام اس نے حدیقۃ الرحمٰن رکھا ہوا تھا، پناہ گزین ہو گیا۔ اور باغ کے دروازے بند کرا دئے ایک انصاری بہادر مالک نے کہا کہ مجھے باغ کی فصیل تک چڑھا دو۔ میں دروازہ کھولنے کی کوشش کروں گا۔ چنانچہ وہ فصیل کے اوپر چڑھ کر باغ کے اندر کود گئے اور دشمن کے محافظ دستوں کو کاٹ کر دروازہ کھول دیا۔ باغ کے اندر پھر گھمسان کا رن پڑا اور مسیلمہ اپنے ساتھیوں سمیت مارا گیا۔ مسیلمہ کے قتل کے بعد اس کی قوم بنی حنیفہ نے چند شرائط پر صلح کر لی اور ہتھیار ڈال دئے۔ جب صلح کی تکمیل ہو چکی تھی تو حضرت ابوبکرؓ کا حکم پہنچا کہ بنی حنیفہ کے تمام سپاہی قتل کر دئے جائیں۔ لیکن چونکہ عہدنامہ مکمل ہو چکا تھا اس لئے حضرتِ خالدؓ اس پر کاربند رہے اس پر بنی حنیفہ کا تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

فتنۂ ارتداد کے اسباب

فتنۂ ارتداد کے سلسلے میں یہی مہمات قابلِ ذکر تھیں۔ دوسری مہمات، یمن، بحرین وغیرہ بھیجی گئیں، لیکن ان کی تفصیلات کی چنداں ضرورت نہیں۔ ان مدعیانِ نبوت کی شکست و ریخت کے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بعد باقی تمام قبائل پھر اسلام کے دائرہ میں داخل ہو گئے اور ایک سال کے اندر اندر تمام علاقہ جو رسول اکرمؐ کی وفات کے وقت اسلام کے حلقۂ اثر میں شامل تھا۔ پھر مدینہ کے زیرِ اقتدار آگیا۔ بعض تنگ نظر غیر مسلم مصنفین نے فتنۂ ارتداد کے اسباب و علل پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے بالکل غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ آں حضرتؐ کا تبلیغی مشن ناکام رہا۔ اس لئے آں حضرتؐ کے فوت ہوتے ہی تمام عرب ارتداد کے سیلاب میں بہہ گیا۔ اوّل تو یہ بات ہی غلط ہے کہ تمام عرب مرتد ہو گیا تھا یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ قبائل کی اکثریت اسلام پر قائم رہی۔ وہ صرف زکوٰۃ سے گو خلاصی چاہتے تھے۔ وہ کیوں ایسا چاہتے تھے۔ اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔ جو قبائل مرتد ہو گئے، ان کے ارتداد کے اسباب وہ نہیں جو ان متاخرین نے بیان کئے ہیں بلکہ کچھ اور ہیں۔ فتنۂ ارتداد کے اصل اسباب حسب ذیل ہیں :-

۱۔ عرب کے لوگ آزادی کے بہت دلدادہ تھے اور ابھی تک کسی مرکزی حکومت کے خوگر نہ تھے۔ اسلام نے ان کے قبائلی نظام کو توڑ کر ایک لڑی میں پرو دیا تھا اور ایک مرکزی حکومت کے ماتحت کر دیا تھا۔ وہ اسلام کے مذہبی نظام کے نہیں بلکہ سیاسی نظام کے خلاف تھے اور اس کو وہ اپنی آزادی کے منافی سمجھتے تھے، ان کی نگاہ میں زکوٰۃ ان کی سیاسی غلامی کی نشانی تھی۔ اسی لئے وہ زکوٰۃ کے علاوہ باقی تمام اصولِ دین ماننے کے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

لئے تیار تھے۔

۲۔ اس سیلاب کی تُند موجوں میں وہی لوگ بہہ نکلے جو اسلام کے مرکز سے دُور تھے یا جنہیں اسلام لائے ہوئے بہت تھوڑا عرصہ گزرا تھا۔ اور جن کو اسلام کی تعلیمات میں پختہ کرنے کا ابھی کوئی معقول انتظام نہیں تھا۔ آں حضرت کا معمول تھا کہ جب کوئی قبیلہ اسلام لاتا تھا تو ان کی مذہبی تعلیم کے لئے ایک دو صحابہ بھیج دیتے تھے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد لوگ اس کثرت سے اسلام لائے کہ ہر ایک قبیلہ کے لئے معلّم بہم پہنچانا مشکل ہو گیا۔ ویسے بھی یہ مصلحت کے خلاف تھا کہ تمام صحابہ مدینہ سے باہر بھیج دئے جائیں اس لئے بعض قبائل کی مذہبی تعلیم ادھوری رہ گئی۔

۳۔ عرب کے بادیہ نشین بالکل اُجڈ اور جاہل تھے اور قرن ہا قرن سے توحید کے نام سے نآشنا تھے۔ یہ ایک معجزہ سے کم نہیں کہ اسلام اتنی سرعت سے تمام عرب میں پھیل گیا۔ لیکن ان جاہل لوگوں کو اسلام میں راسخ العقیدہ کرنے کے لئے کچھ وقت درکار تھا۔

۴۔ عرب ایک گنجان آباد متمدّن ملک نہیں تھا۔ اس کے لوگ قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے اور اس کی آبادی ریگستانوں اور بیابانوں میں منتشر تھی، ذرائع آمد و رفت بالکل محدود تھے اور ان سب کو فی الفور ایک نظام کے ماتحت نہیں لایا جا سکتا تھا۔ اس کام کے لئے بھی کچھ عرصہ درکار تھا۔

۵۔ عرب میں ابھی تک یہودی، عیسائی اور مشرکین کافی تعداد میں موجود تھے اور قدرتاً ان کی ہمدردیاں مدعیانِ نبوت اور

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

فرزدین کے ساتھ تھیں۔

۹۔ جیسا کہ بعد میں ثابت ہوگا ان مدّعیان نبوّت کی پشت پر بعض بیرونی طاقتوں خصوصاً ایران اور روم کا بھی ہاتھ تھا۔ بحرین کی بغاوت میں باغیوں کی درخواست پر شہنشاہ ایران نے اپنی فوج کا دستہ بھیجا تھا۔ اسی طرح عیسائی مدعیہ نبوّت سجاع وسطِ عرب تک بڑھ کر آگئی تھی اور اس کے ساتھ تقریباً تمام عیسائی قبائل مل گئے تھے۔ اگر کوئی بیرونی طاقت اس کی پشت پر نہ ہوتی تو اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ وسطِ عرب تک بڑھ آتی۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

باب ۱۶

خلافتِ ابوبکرؓ میں اسلام کی ابتدائی فتوحات

فتوحاتِ اسلامی کی ابتدا کے وقت شمال مغربی ایشیا کی سیاسی حالت

قبائلِ عرب کی بغاوت جنگل کی آگ کی طرح شروع ہوئی تھی، اور اسی طرح بجھ بھی گئی۔ ایک سال کے اندر اندر تمام عرب پھر اسلام کے جھنڈے تلے متحد تھا۔ لیکن ابھی اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ اس نوزائیدہ مملکت کو اس سے بھی بڑی آزمائش میں ڈالا جائے۔ یہ آزمائش خلافتِ اسلامیہ کی ایران اور روس سے ٹکر تھی۔ اس وقت کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ نہ تھا کہ عرب کے بے سروسامان قبائل اپنے صحراؤں سے نکل کر ان دو عظیم الشان سلطنتوں کو پاش پاش کر دیں گے۔ لیکن قدرت کو یہ معجزہ بھی دکھانا تھا کہ ان عظیم الشان سلطنتوں کو عرب جیسے ناکارہ ملک سے ذلیل و خوار کرا دے۔

جب اسلام بیم و رجا کی حالت میں ملک عرب کے اندر کفر سے ٹکر لے رہا تھا۔ اس وقت شمال مغربی ایشیا۔ جنوب مشرقی یورپ اور شمالی افریقہ کی مالک دو سلطنتیں تھیں: ایران اور روم۔ قسطنطین اعظم نے پرانی سلطنتِ روما کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ مشرقی رومی سلطنت کا پایۂ تخت قسطنطنیہ قرار پایا۔ جو قسطنطین اعظم نے خاص اسی مقصد کے لئے آبنائے باسفورس کے کنارے پر آباد کیا تھا۔ بہت جلد قسطنطنیہ روم کا ہم پلہ ہو گیا۔ مشرقی یورپ کے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

علاوہ ایشیائے کوچک (موجودہ ترکی) شام، فلسطین، مصر اور شمالی افریقہ کا بہت سا حصہ اس وسیع و عریض مشرقی رومی سلطنت میں شامل تھے۔ جب مغرب میں روما کی سلطنت پھلتی پھولتی رہی تھی تو مشرق میں ایران بھی ساسانی خاندان کے ماتحت ایک طاقت ور سلطنت بن چکا تھا۔ ظہورِ اسلام کے وقت یہ دونوں سلطنتیں مغربی ایشیا کی قسمت کی مالک تھیں۔ عرصۂ دراز سے ان دونوں میں رسہ کشی جاری تھی۔ کبھی رومی ایرانیوں کو دھکیلتے دھکیلتے دجلہ اور فرات کے کناروں تک پہنچ جاتے تھے، کبھی ایرانیوں کو فتح حاصل ہوتی تھی تو وہ بحیرۂ روم کے ساحل تک بڑھ آتے تھے عین اس وقت جب یہ دونوں طاقتیں ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما تھیں تو ایک تیسری طاقت کا اظہار ہوا۔ یہ نئی طاقت خلافتِ اسلامیہ تھی جو بجلی کی طرح ان کی چوٹیوں پر چمکی تھی وہ اب دجلہ و فرات اور بحیرۂ روم پر گری۔ گو بظاہر یہ دونوں سلطنتیں نصف النہار پر تھیں لیکن درحقیقت باہمی آویزش کی وجہ سے ان کا آفتاب ڈھل چکا تھا۔ اسلام نے عرب قبائل کو شیر و شکر کر کے ایک مرکزی حکومت کے ماتحت کر دیا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتا تھا کہ عنقریب ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے جن سے مجبور ہو کر انہیں دو سلطنتوں سے بیک وقت نبرد آزما ہونا پڑے گا۔

عراق پر فوج کشی کے اسباب

ایرانی عربوں کو بہت ہی حقیر سمجھتے تھے۔ خاص طور پر مسلمانوں اور اسلام کے متعلق جو ان کا رویہ تھا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ خسرو پرویز نے آنحضرتؐ کے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نامۂ مبارک کو اس بنا پر چاک چاک کر دیا کہ میرا غلام ہو کر مجھے یوں خطاب کرتا ہے اور یمن کے ایرانی گورنر کو حکم دیا تھا کہ اس مدعیٔ نبوت کو گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ اس کی وفات کے بعد ایران اندرونی خلفشار میں مبتلا ہو گیا۔ مسلمانوں کو یہ اندیشہ تھا کہ جس وقت ایرانیوں نے اپنے اندرونی نزاعات سے نجات حاصل کر لی وہ مسلمانوں کی طرف رُخ کریں گے، اس لئے حضرتِ ابوبکرؓ نے یہی مناسب سمجھا کہ ایران سے متصل عربی سرحدات کو مضبوط کیا جائے۔ ان کا ارادہ مطلقاً یہ نہ تھا کہ عرب کی طبعی سرحدوں کو عبور کیا جائے۔ لیکن بعد میں ایسے حالات پیش آ گئے جس سے مسلمانوں اور ایرانیوں میں ٹھن گئی۔

۲۔ عرب کے شمالی اور مغربی علاقے جو آبادی کے اعتبار سے خالص عرب تھے، ابھی تک ان دو ہمسایہ سلطنتوں کے تصرّف میں تھے، وہاں چھوٹے چھوٹے سلاطین حکومت کرتے تھے جو ایران یا روم کے باجگزار تھے۔ یہ باجگزار سلاطین عرب قبائل کی خانہ جنگی میں مدافعت کرتے رہتے تھے اور ان کی پشت پر ان کے شہنشاہ ہوتے تھے، اس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ جب بحرین وغیرہ میں بنی بکر نے سر اُٹھایا تو بنی تغلب اور سلاطینِ حیرہ نے جو مذہباً عیسائی تھے۔ مگر سیاسی طور پر ایران کے ماتحت تھے، باغیوں کی امداد کی۔ اس بغاوت میں حصّہ لینے کے لئے ایرانیوں نے اپنی باقاعدہ فوج کے دستے بھیجے۔ یہ ایک ہمسایہ ملک کے اندرونی معاملات میں صریح مداخلت تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے بنی بکر کی سرکوبی کے لئے انہی کے ایک سردار مثنیٰ بن حارثہ کو بھیجا۔ اسلامی لشکر کا مقصد صرف سرحد کی حفاظت

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کرنا تھا۔ لیکن ان کی ٹکر ایرانی فوج سے ہوگئی جو بنی بکر اور بنی تغلب کی امداد کے لئے پہلے ہی سے یہاں موجود تھی۔ ان سرحدی جھڑپوں نے بڑھتے بڑھتے باقاعدہ جنگ کی صورت اختیار کر لی۔

۳۔ گو ہم عصر مؤرخین اس بارے میں خاموش ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سلاطینِ روم و ایران، اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کو تشویش کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جیسا کہ سامراجی طاقتوں کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے ہمسایہ ممالک منضبط اور متحد ہوں۔ عرب کا قبائلی نظام شروع ہی سے اس قسم کا تھا کہ وہ متحد نہیں ہو سکتے تھے لیکن جب عرب میں ڈھیلے ڈھالے عرب قبائلی نظام کی جگہ ایک مضبوط مرکزی حکومت نے لے لی تو سلاطینِ ایران اور روم کو فکر پیدا ہوئی کہ کہیں یہ نوزائیدہ مملکت ان کی حریف نہ بن جائے۔ یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ مرتد قبائل کی بغاوت میں روم اور ایران کا ہاتھ ہو۔ اس قیاس کو اس حقیقت سے بھی تقویت ملتی ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد وہی علاقے بغاوت سے متاثر ہوئے جو یا تو ان کی سرحدوں سے ملتے تھے یا براہِ راست ان کے زیرِ اثر تھے۔

عراق پر فوج کشی اور فتوحات

۱۔ جنوبی عراق کی مہمات

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ایرانی سرحد پر باغی قبائل کی سرکوبی کے لئے حضرت ابوبکرؓ نے مثنیٰ بن حارث کو بھیجا تھا۔ لیکن جب آپ کو معلوم ہوا کہ مثنیٰ کی ایرانی فوج سے بھی جھڑپیں شروع ہو گئی ہیں تو آپ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی عراق کا رُخ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کریں۔ حضرتِ خالدؓ اس وقت تک مسیلمہ کذاب کی مہم سے فارغ ہو چکے تھے۔ چنانچہ وہ سیدھے عراق روانہ ہو گئے۔ عراق کی سرحد پر پہنچ کر حضرتِ خالدؓ نے ایرانی گورنر ہرمز کو جو اپنے مظالم کی وجہ سے بہت بدنام تھا ایک خط لکھا کہ "یا تو اسلام قبول کرو یا جزیہ دو۔ ورنہ سوائے اپنے پھر کسی کو ملامت نہ کرنا (یعنی آنے والی جنگ کے تم ذمہ دار ہو گے۔) تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تم کو ایک ایسی قوم سے لڑنا پڑے گا جو موت کی اتنی ہی آرزومند ہے جتنا تم زندگی کے۔"

ہرمز اس خط کو دیکھ کر بہت سٹ پٹایا۔ خط کو تو اس نے شہنشاہِ ایران کے پاس بھیج دیا اور خود مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ وہ اس خیال میں تھا کہ جاہل بدو اس کا کیا مقابلہ کریں گے دونوں فوجوں کا پہلا مقابلہ کاظمیہ کے مقام پر ہوا۔ ہرمز نے حضرتِ خالدؓ کو تنہا مقابلہ کے لئے للکارا۔ حضرتِ خالدؓ نے اس چیلنج کو منظور کر لیا اور وہ حضرتِ خالدؓ کے ہاتھ سے دست بدست لڑائی میں مارا گیا۔ ہرمز کے قتل کے بعد ایرانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس جنگ میں ایرانیوں کی ایک جماعت نے اس خیال سے کہ میدانِ جنگ میں جم کر لڑیں گے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا۔ مسلمانوں نے جب ان زنجیروں کو اکٹھا کیا تو تقریباً ایک اونٹ کا بوجھ تھا۔ اس وجہ سے اس لڑائی کو ذات السلاسل بھی کہتے ہیں۔

شہنشاہِ ایران نے ہرمز کا خط پاتے ہی ایک فوج قارن کی سرکردگی میں ہرمز کی امداد کے لئے بھیج دی تھی۔ ابھی یہ فوج راستہ ہی میں تھی کہ قارن کو ہرمز کی شکست اور قتل کی اطلاع ملی۔ قارن اسی مقام پر (جسے عرب مؤرخین مذار یا مذار کہتے ہیں) ٹھہر گیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اور یہیں ہرمز کی بچی کھچی فوج بھی اس سے آکر مل گئی۔ حضرتِ خالدؓ نے مثنیٰ کو اس فوج کے تعاقب کے لئے بھیج دیا تھا لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ ایرانیوں کا ایک اور سردار مقابلہ کے لئے آرہا ہے تو آپ نے بھی مدار کا رُخ کیا۔ جب دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا تو ایرانیوں نے پھر شکست کھائی اور ان کا سپہ سالار قارن بھی مارا گیا۔ جب شہنشاہِ ایران کو اس دوسری شکست کی خبر ملی تو اس نے ایک تیسرے سردار اندازگر کو روانہ کیا اور اس کی امداد کے لئے ایک اور فوج بہمن جادویہ کے ماتحت بھیج دیا۔ اس دفعہ سرحد کے عیسائی قبائل بھی ایرانیوں سے مِل گئے۔ ولجہ کے مقام پر ایرانیوں کو پھر شکست ہوئی۔ اندازگر تو مارا گیا لیکن بہمن جادویہ کسی طرح سے بچ کر نکل گیا۔ اب شہنشاہِ ایران نے اس خیال سے کہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ سرحدی قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارا اور بہمن جادویہ کو ہدایت کی کہ وہ دوبارہ مسلمانوں کے خلاف لڑے۔ ولجہ کی لڑائی میں بہت سے عیسائی عرب بھی مارے گئے تھے، اس لئے جوشِ انتقام میں بہت سے عیسائی قبائل بھی بہمن جادویہ سے جاکر مل گئے جو موجودہ بصرہ کے قریب اُلّیس کے مقام پر اپنا لشکر لئے ہوئے پڑا تھا۔ پہلے ہی حملے میں عیسائی عربوں کا سردار مارا گیا۔ جس سے ان کے ایرانی مدد گار بھی بھاگ گئے اور میدان حضرتِ خالدؓ کے ہاتھ رہا۔

جنگِ اُلّیس سے فارغ ہو کر حضرتِ خالدؓ نے حیرہ کا رُخ کیا۔ حیرہ عراق کے عیسائی بادشاہوں کا (جو سلطنتِ ایران کے باجگزار تھے) صدر مقام تھا۔ حضرتِ خالدؓ نے حیرہ پہنچنے کے لئے دریا کا راستہ اختیار کیا۔ جب وہ شہر کے قریب پہنچے تو حیرہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سا حکمران ڈر کر بھاگ گیا۔ اور اہلِ شہر نے مقابلہ کی ہمت نہ پاکر مسلمانوں سے صلح کرلی اور ایک لاکھ نوّے ہزار درہم بطور جزیہ دینا قبول کر لیا اہلِ حیرہ نے اس موقعہ پہ دستور کے مطابق بہت سے تحفے تحائف بھی پیش کئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان تحائف کو جزیہ ہی کی مقررہ رقم میں شمار کیا۔ اس سے اس الزام کی لغویت ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانوں نے ایران اور روم پر لوٹ مار کے لئے حملہ کیا۔

مفتوحہ علاقوں سے حضرتِ خالدؓ کا سلوک بہت اچھا تھا۔ فتح حیرہ کے بعد آپ نے ان علاقوں کے امن و امان کا انتظام کیا اور جزیہ وغیرہ کی وصولی کے لئے دیانت دار افسر مقرر کئے حضرتِ خالدؓ کا یہ طرزِ عمل دیکھ کر حیرہ کے آس پاس کے بہت سے سرداروں اور گاؤں کے چوہدریوں نے خود بخود مسلمانوں کی اطاعت کرلی۔ ان مہمات میں مسلمانوں کا دستور تھا کہ وہ عوام سے بالکل تعرض نہیں کرتے تھے جو لوگ جزیہ دینا قبول کرتے تھے ان کو ذمّی کہا جاتا تھا۔ جزیہ کی ادائیگی کے بعد مسلمان ان کی حفاظت کے ذمّہ دار ہوتے تھے اور وعدہ کرتے تھے کہ اگر وہ ان کی حفاظت نہ کرسکے تو جزیہ کی رقم واپس کردیں گے۔ مسلمانوں کے لئے فوجی خدمت لازمی تھی۔ لیکن غیر مسلم جزیہ دے کر جبری فوجی خدمت CONSCRIPTION سے سبکدوش ہو جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جبری فوجی بھرتی کے بدلے یہ معمولی سا ٹیکس دینا ان کے لئے بہت آسان تھا۔ بیس برس سے کم اور پچاس برس سے اوپر مرد، عورتیں، اندھے، لولے، لنگڑے اپاہج اور گوشہ نشین مذہبی پیشوا اس ٹیکس سے مستثنیٰ تھے۔ جزیہ کی مقررہ رقم کے علاوہ کسی کو ذمیوں سے ایک پیسہ وصول

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کرنے کی اجازت نہ تھی۔

ب۔ شمالی عراق کی مہمات

حیرہ کی فتح، عراق کی فتح کی ایک منزل تھی۔ اب دوسری منزل شروع ہوئی۔ جنوبی عراق کا خاطر خواہ انتظام کرنے کے بعد حضرتِ خالدؓ شمالی عراق کی طرف بڑھے۔ اس وقت ایرانی فوجیں انبار (بابل کے نزدیک ایک مقام) سے لے کر شامی سرحد تک جا بجا متعین تھیں۔ انبار کے ایرانی حاکم شہرزاد نے شہر کے گرد خندق کھود رکھی تھی۔ حضرتِ خالدؓ نے حکم دیا کہ فوج کے ناکارہ اونٹوں کو ذبح کر کے، ان سے خندق بھر دی جائے۔ جب یہ کام ہو گیا تو مسلمانوں نے قلعہ پر حملہ کر دیا۔ جب ایرانیوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے مناسب شرائط پر صلح کر لی۔ فتحِ انبار کے بعد حضرتِ خالدؓ عین التمر کی جانب بڑھے۔ اس مقام کی حفاظت کے لئے حکومتِ ایران کی طرف سے ایران کے ایک مشہور سردار بہرام چوبین کا لڑکا مہران مامور تھا۔ عیسائی عرب قبائل (بنی تغلب بنی بکر وغیرہ) بھی اس کے ساتھ تھے۔ جب مہران نے قلعہ کی فصیل سے اسلامی لشکر کو آتے دیکھا تو وہ بغیر مقابلہ کئے عیسائی عربوں کو ان کی قسمت کے حوالے کر کے خود بھاگ گیا۔ ان عیسائی عربوں نے بہت سخت مقابلہ کیا لیکن حضرت خالدؓ نے ان کے سردار عقہ بن عقہ کو گرفتار کر لیا۔ اس پر عیسائی عربوں نے ہتھیار ڈال دئے۔

عین التمر میں حضرتِ خالدؓ کو عیاض بن غنم کا خط ملا جنہیں حضرتِ ابو بکرؓ نے شمالی عراق کی فتح کے لئے بھیجا تھا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ ابھی تک شمالی عراق میں دومۃ الجندل کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ یہ مقام عیسائی عربوں کی شورش کا مرکز تھا۔ اور یہاں پھر عیسائی عرب قبائل جمع ہو گئے تھے۔ دومۃ الجندل کا ایک طرف سے حضرتِ خالدؓ اور دوسری طرف سے حضرتِ عیاض نے محاصرہ کر لیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد فتح کر لیا۔ چونکہ یہ عیسائی عرب عہد شکنی اور غداری کر چکے تھے اس لئے ان میں سے بہت سے قتل کر دئے گئے۔ عیسائی عرب دومۃ الجندل سے شکست کھا کر فراض کی طرف ہٹ گئے۔ فراض نہایت اہم مقام تھا۔ یہاں شام، عراق اور جزیرہ (دجلہ اور فرات کا درمیانی علاقہ) کی سرحدیں ملتی تھیں۔ اس لئے اس کی حفاظت کے لئے رومی، ایرانی اور عیسائی عرب مل گئے۔ یہاں پھر ایک ہولناک جنگ ہوئی۔ جس میں ان تینوں اقوام نے شکست کھائی۔ اب دریائے فرات کے غربی کنارے کا تمام علاقہ مسلمانوں کے تصرف میں تھا۔ اس لئے حضرتِ خالدؓ نے یہاں سے فارغ ہو کر فوج کو حیرہ واپس جانے کا حکم دیا اور خود سیدھے مکہ معظمہ میں حج کے لئے پہنچے۔ یہ سفر آپ نے اس تیزی سے طے کیا کہ ابھی فوج کا پچھلا حصہ حیرہ میں داخل ہو رہا تھا کہ آپ پھر فوج میں شامل ہو گئے اور کسی کو خبر نہ ہوئی۔ عراق میں فراض آپ کی سب سے آخری فتح تھی۔ فراض سے واپسی پر آپ کو حضرتِ ابوبکرؓ کا حکم ملا کہ عراق کو چھوڑ کر شام کی سرحد کی طرف جاؤ۔ چونکہ اب واقعات کا رُخ عراق سے شام کی طرف بدل جاتا ہے۔ اس لئے ہم شام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

مہماتِ شام

(الف) شام پر فوج کشی کے اسباب

مسلمانوں کی دوسری ہمسایہ سلطنت روم (یعنی قسطنطنیہ) تھی۔ یہ لوگ ایرانیوں کی طرح عربوں کو حقیر تو نہیں سمجھتے تھے۔ مگر یہ بھی اپنے دلوں میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف بغض و عناد رکھتے تھے۔ چنانچہ رومیوں نے حضرت دحیہ کلبی کو جو آنحضرتؐ کا خط ہرقل کے نام لے کر گئے تھے، واپسی پر لوٹ لیا تھا اور دوسرے سفیر حارث بن عمر کو جو غسانی بادشاہ شرجیل کے نام خط لے کر گئے تھے۔ اسی شرجیل نے انہیں قتل کر دیا تھا۔ آں حضرتؐ نے حارث کا بدلہ لینے کے لئے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارث کو موتہ کی مہم پر بھیجا تھا جس میں حضرت زید اور حضرت جعفر بن ابوطالب شہید ہو گئے تھے۔ اس کے بعد غسانیوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی اور ۹ھ میں اسی حملے کا تدارک کرنے کے لئے آں حضرتؐ خود تبوک تک تشریف لے گئے۔ لیکن یہ لوگ مقابلے پر نہ آئے اور اس وجہ سے آنحضرتؐ مدینہ واپس آ گئے۔

آنحضرتؐ کی وفات تک ہر وقت رومیوں اور غسانیوں کے حملے کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ جب آپؐ مرض الموت میں گرفتار ہوئے تو اس وقت جنگِ موتہ کے شہداء کا انتقام لینے کے لئے آپؐ اُسامہ بن زید کو مقرر کر چکے تھے۔ مختصر یہ کہ ظہورِ اسلام کے بعد مسلمانوں اور رومیوں کے تعلقات کافی حد تک کشیدہ ہو چکے تھے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اور تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو رومیوں کی طرف سے مطلق اطمینان نہ تھا اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ وہ کسی وقت بھی مدینہ پر حملہ کر بیٹھیں۔ کیونکہ شام کی طرف سے مدینہ پر حملہ کرنا بہ نسبت ایران کے بہت آسان تھا۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے یہی مناسب سمجھا کہ جس طرح ایرانی سرحد مضبوط کی گئی تھی اسی طرح شامی سرحد بھی مضبوط کی جائے۔

ب: شام پر فوج کشی اور اسلامی فتوحات

جس وقت حضرت ابوبکرؓ نے اپنی ابتدائی

جنگِ اجنادین ۱۳ھ

خلافت میں ایرانی سرحدوں کو مضبوط کرنے کے لئے حضرتِ خالد بن ولید کو عراق بھیجا تو آپ نے اسی وقت ایک اور خالد (خالد بن سعید) کو شامی سرحد کی حفاظت کے لئے روانہ کیا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ رومیوں کا دباؤ زیادہ شدّت اختیار کر گیا۔ اس لئے آپ نے دشمن کی توجہ کو بانٹنے کے لئے شام کے چار مختلف علاقوں پر علیحدہ علیحدہ فوجیں روانہ کیں۔ ان فوجوں کے کمانڈر یہ تھے:۔ حضرت ابو عبیدہؓ ابن الجراح حمص کی طرف۔ عمرو ابن العاص فلسطین کی طرف۔ یزید بن ابوسفیان دمشق کی طرف اور شرجیل بن حسنہ اردن کی طرف۔ اُسامہ بن زید کی طرح ان سپہ سالاروں کو بھی روانہ کرتے وقت مفید ہدایات دیں۔

جب ہرقل کو اسلامی افواج کی نقل و حرکت کی اطلاع ملی تو اس وقت وہ شام کے مشہور شہر حمص میں مقیم تھا۔ جب اس نے یہ سُنا کہ مسلمانوں کی فوج چار حصّوں میں منقسم ہے تو اس نے کوشش کی کہ ان کو اکٹھا نہ ہونے دیا جائے، اس لئے اس نے مسلمانوں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کی پیش قدمی روکنے کے لئے ہر حصے کے خلاف دو گنی فوج بھیج دی
اور ان سب کے اوپر اپنے بھائی تھیودور (بقول عرب مورخین تذارق)
کو سپہ سالار مقرر کر دیا۔ جب مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ ان کی فوج کے
ہر حصے کے مقابلہ کے لئے کئی گنا رومی فوج آ رہی ہے تو حضرت عمر
ابن العاص کے مشورہ کے مطابق اسلامی فوج یکجا کر دی گئی ہے۔ ہرقل
نے یہ دیکھ کر اپنی فوج کو بھی اکٹھا ہونے کا حکم دیا۔ رومیوں کی فوج کی کل
تعداد اب مل ملا کر دو لاکھ چالیس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ ان کے مقابلہ
میں مسلمانوں کی تعداد صرف چالیس ہزار تھی۔ دونوں فوجیں اجنادین (یا
بعض مورخین کے نزدیک یرموک) کے مقام پر ایک دوسرے کے
سامنے صف آرا ہوئیں (مورخین کا آج تک اس بارے میں
اتفاق نہیں ہو سکا کہ ہرقل کی افواج سے پہلی بڑی جنگ کس
مقام پر لڑی گئی) یرموک ایک چھوٹے سے دریا کا نام ہے
جو شام سے نکل کر جنوب مغرب میں دریائے اردن سے
مل جاتا ہے۔

رومیوں نے جنگ کے لئے ایک ایسے مقام کو منتخب کیا جس
کے دو طرف دریا اور پس پشت پہاڑ تھا۔ یہ مقام بہت محفوظ تھا۔
لیکن یہی تدبیر بعد میں ان کے خلاف پڑی۔ مسلمانوں نے رومیوں
کے بالمقابل مورچے جما لئے اور رومی فوج کو بالکل محصور کر دیا اور ان کے
آنے جانے کا کوئی رستہ نہ رہا۔ دونوں فوجیں تقریباً دو ماہ تک
ایک دوسرے کے سامنے پڑی رہیں۔ ہر روز طرفین کے بہادر ایک
دوسرے پر حملے کرتے تھے مگر لڑائی کسی فیصلہ کن مرحلے پر نہیں پہنچتی تھی
آخر مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ سے مزید کمک کی درخواست کی۔ آپ
نے حضرت خالدؓ کو حکم دیا کہ وہ فوراً عراق کو چھوڑ کر شام کا رخ کریں۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

حضرتِ خالدؓ نے مثنیٰ کو عراق میں اپنا قائم مقام بنایا۔ اور خود بڑی تیزی سے شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور مہینوں کا راستہ دنوں میں طے کر کے اسلامی فوج سے جا کر مل گئے۔

جب حضرتِ خالد اجنادین پہنچے تو آپ کو معلوم ہوا کہ چاروں اسلامی دستے ایک جگہ موجود ہیں لیکن وہ ایک جھنڈے تلے جمع نہیں اور الگ الگ دشمن سے جنگ کرتے ہیں۔ اس صورت میں اندیشہ تھا کہ ایک تو لڑائی طول پکڑ جائے گی اور دوسرے اس سے دشمن کا بھی کچھ نقصان نہ ہوگا۔ کیونکہ رومیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس لئے حضرتِ خالدؓ نے تجویز پیش کی کہ تمام فوج کو ایک سپہ سالار کے ماتحت کر دیا جائے اور چاروں سپہ سالار باری باری اس کی کمان کریں۔ سب نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور پہلے دن کے لئے انہی کو امیر منتخب کر لیا۔ دوسرے دن آپ نے فوج کو چالیس دستوں میں تقسیم کیا۔ کچھ دستے قلب میں (فوج کا درمیانی حصہ۔ "قلب" یعنی دل) رکھے۔ جن کا سردار حضرتِ ابو عبیدہؓ کو مقرر کیا اور باقی دستے میمنہ (دائیں بازو) اور میسرہ (بائیں بازو) پر متعین کئے۔ جب لڑائی چھڑی تو حضرتِ خالدؓ خود قلب کے دستوں کو لے کر دشمن کی فوج میں گھس گئے اور ان کی پیدل فوج اور سوار دل کو الگ کر دیا۔ پہلے رومیوں کے سوار دستوں نے شکست کھائی اور بھاگ نکلے۔ ان کی پیدل فوج نے کچھ دیر جم کر مقابلہ کیا لیکن آخر وہ بھی شکست کھا کر بھاگے۔ لیکن جائے کہاں؟ پشت پر پہاڑ اور سامنے دریا تھا۔ بدحواسی کے عالم میں بہت سے دریا کی طرف پلٹے اور غرق ہو گئے۔ مشہور مؤرخ طبری نے دریا میں غرق ہونے والوں کی تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار بتائی ہے۔ مسلمان کل تین ہزار شہید ہوئے۔ شہداء میں عکرمہ بن ابوجہل اور اس کا لڑکا عمرو بن عکرمہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ان لوگوں نے شہادت کی قسم اٹھائی تھی اور آخر شہادت کا درجہ حاصل کر کے رہے۔ اس لڑائی میں مسلمان عورتوں نے بھی اپنا ایک الگ دستہ بنا کر جنگ میں حصّہ لیا۔

دورانِ جنگ میں مدینہ سے ایک قاصد خط لے کر آیا، جس میں حضرتِ ابوبکرؓ کی وفات اور حضرتِ عمرؓ کی جانشینی کی اطلاع تھی۔ اس خط میں حضرتِ خالدؓ کی معزولی اور ان کی جگہ حضرت ابوعبیدہ کی تقرری کے احکام بھی تھے۔ حضرت خالدؓ نے یہ خط خفیہ طور پر حضرتِ ابوعبیدہ کو دکھلایا لیکن اور کسی کو خبر نہ ہونے دی۔ تاکہ فوج میں بددلی نہ پھیل جائے۔ جب فتح ہو چکی تو آپ نے خود حضرت ابوعبیدہ کی تقرری کا اعلان کیا اور ان کے ماتحت معمولی سپاہی کی حیثیت سے کام کرنا منظور کر لیا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

باب ۱۷

حضرتِ ابوبکرؓ کی وفات سنہ ۱۳ھ

اور

خلافتِ صدّیقی پر ایک نظر!

حضرتِ ابوبکرؓ کی بیماری اور وفات
۲۱ر جمادی الثانی سنہ ۱۳ھ

حضرتِ ابوبکرؓ آنحضرتؐ سے کئی دو ڈھائی سال چھوٹے تھے۔ اب وہ کافی عمر رسیدہ ہو چکے تھے اور خلافت کی ذمہ داریوں نے انہیں اور بھی بوڑھا کر دیا تھا، ر جمادی الثانی سنہ ۱۳ھ کو آپ بخار میں مبتلا ہوئے۔ پندرہ دن تک بخار آتا رہا۔ جب مسجد میں آنے جانے سے معذور ہو گئے تو حضرتِ عمرؓ کو کہا کہ وہ امامت کرائیں۔ جب آپ کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو آپ نے حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ آخر پندرہ دن کی علالت کے بعد آپ نے ۲۱ر جمادی الثانی سنہ ۱۳ھ کو انتقال فرمایا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی۔ مدتِ خلافت دو سال تین مہینے دس دن۔ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں آنحضرتؐ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کے پاس بیت المال کی ایک اونٹنی اور ایک چادر تھی۔ یہ دونوں چیزیں اپنے جانشین

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

حضرت عمرؓ کے پاس بھجوا دیں۔ مرتے وقت وصیت کی کہ میری زمین کا فلاں ٹکڑا بیچ کر وہ ساری رقم جو آج تک میں نے بیت المال سے وصول کی ہے واپس کر دی جائے۔ کفن کے متعلق فرمایا کہ پرانے کپڑے ہی دھو کر پہنا دینا کیونکہ مُردوں سے زیادہ زندوں کو نئے کپڑوں کی ضرورت ہے۔ آپ کی وفات کے بعد جب بیت المال کا جائزہ لیا گیا تو اس میں صرف ایک دینار تھا۔ جب بیت المال کے امین (خزانچی) سے پوچھا گیا کہ آپ کے زمانۂ خلافت میں کل کتنی رقم بیت المال میں داخل کی گئی تو جواب ملا: "دو لاکھ دینار" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کی طرح آپ کا بھی اصول تھا کہ بیت المال میں جو کچھ آئے فوراً غربا میں تقسیم کر دیا جائے۔

حضرت ابوبکرؓ تعلیم انسانی کا زندہ نمونہ اور اخلاق نبوی کی مجسم تصویر تھے آپ کی سیرت کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ نے سنتِ رسولؐ کو زندہ رکھا۔ آپ نے تمام عمر اس بات کا خاص خیال رکھا کہ کسی بات میں آں حضرتؐ کے اقوال و افعال سے سرِ مو تجاوز نہ کیا جائے۔ آپ نے اطاعتِ رسولؐ کو اس کمال تک پہنچایا کہ جب بڑے بڑے اکابر صحابہ نے اسامہ کے لشکر کو روکنے کا مشورہ دیا تو آپ نے جواب دیا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ لشکر رسولؐ اللہ کے حکم سے تیار ہوا ہے۔ اس طرح آپ نے اُسامہ کی جگہ کسی دوسرے کو مقرر کرنے سے انکار کر دیا۔ سادگی اور اخلاص آپ کی زندگی کا سرمایہ تھے۔ آنحضرتؐ کی طرح بادشاہ ہو کر فقیرانہ زندگی کو قائم رکھا۔ باوجود اس قدر دولت مند ہونے کے آپ کی سادگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ خلیفہ ہو کر آپ اپنے ہاتھ سے سب کام کرتے تھے، بلکہ بسا اوقات دوسروں کی فرمائش بھی پوری کر دیتے تھے۔ خلافت سے قبل آپ کا ذریعۂ معاش تجارت تھا خلیفہ ہونے کے بعد بھی چھ مہینے تک تجارت کرتے رہے۔ ایک دن

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

حضرت عمرؓ نے آپ کو کپڑے کے تھان اٹھائے ہوئے بازار میں جاتے دیکھ لیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اب آپ کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں اس لئے اس کام کو چھوڑ دیجئے۔ آپ نے عیال داری کا عذر کیا۔ آخر صحابہ کے مشورہ سے آپ کے خانگی اخراجات کا حساب لگا کر بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود جب فوت ہوئے تو وصیت کی کہ آپ کی زمین بیچ کر جتنی رقم آپ نے بیت المال سے بطورِ الاؤنس لی تھی واپس کر دی جائے۔ گویا قوم کی خدمت میں ایک پیسہ لینا بھی گوارا نہ کیا۔

آپ کے علمی کمالات بھی کچھ کم نہ تھے۔ آپ صحابہ میں سب سے بڑھ کر شریعتِ اسلامی کے واقف تھے۔ جب بعض قبائلِ عرب نے زکواۃ دینے سے انکار کر دیا اور حضرت عمرؓ جیسے اکابر صحابہ کی رائے تھی کہ منکرینِ زکواۃ سے نرمی برتی جائے تو آپ نے اس مشورے کو بڑی سختی سے رد کر دیا۔ آپ اس نکتے کو سمجھتے تھے کہ زکواۃ کی اصلی غرض و غایت کیا ہے؛ یہ غربا کے پیٹ پالنے کا ایک ذریعہ نہیں بلکہ اسلام کی مرکزیت کی اساس ہے۔ اگر اسلام کے کسی اصول میں ایک دفعہ رخنہ اندازی کر لی گئی تو بے شمار بدعتوں کا دروازہ کھل جائے گا۔ علم الانساب (لوگوں کے حسب و نسب یاد رکھنا) عربوں کے نزدیک ایک بڑا ممتاز علم تھا۔ آپ اس کے ماہر مانے جاتے تھے۔ آپ کو شعر و سخن سے بھی ذوق تھا۔ اور کہتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں شعر بھی کہتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ بڑے مؤثر خطیب بھی تھے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد عام مسلمانوں میں جو اضطراب پھیل گیا تھا اُسے آپ ہی کی برمحل تقریر نے دُور کیا۔ اسی طرح سقیفہ بنی ساعدہ کے فتنے کو آپ ہی کی تقریر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نے ٹھنڈا کیا۔

خلافتِ صدیقی پر ایک نظر
تاریخِ اسلام میں حضرت ابوبکرؓ کا مقام۔

اگرچہ حضرتِ ابوبکرؓ کی مدتِ خلافت صرف سوا دو سال ہے لیکن اس تھوڑے سے عرصہ میں آپ نے اسلام کی راہ میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دئے وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ تاریخ کے طالب علم کو تاریخِ اسلام میں آپ کا مقام متعین کرتے وقت کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ بلاشبہ رسولِ اکرمؐ کے بعد آپ اسلام کے سب سے بڑے محسن تھے۔ آپ کے مندرجہ ذیل کارنامے خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں:۔

۱۔ **تحفظِ دین**:۔ اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ آپ نے اسلام کو فتنۂ ارتداد سے نکال کر از سرِ نو زندگی بخشی۔ یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جس کے لئے مسلمان ہمیشہ آپ کے ممنون رہیں گے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے فوراً بعد بہت سے نومسلم عرب قبائل مرتد ہو گئے تھے۔ اور جو مرتد نہیں ہوئے تھے، انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ ہر طرف جھوٹے مدعیانِ نبوت اٹھ کھڑے ہوئے تھے خود مدینہ کو باغیوں سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسلام کا چراغ اب گل ہوا۔ ایسے نازک وقت میں حضرتِ عمرؓ جیسے جابر انسان بھی منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف سخت قدم اٹھانے کے حق میں نہ تھے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ کے آہنی عزم اور قوتِ ایمانی کو کوئی چیز بھی متزلزل نہ کر سکی۔ آپ اسلام کی حقیقی روح سے واقف تھے۔ اور جانتے تھے کہ اگر اس وقت اصولِ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

دین میں معمولی سی تبدیلی بھی گوارا کر لی گئی تو اسلام کی صورت مسخ ہو کر رہ جائے گی۔ اور ساتھ ہی اسلام کی وحدت اور مرکزیت کو بھی ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔ ایسے نازک حالات میں آپ نے اسلام کی ڈوبتی ناؤ کو بچا لیا۔

۲۔ **فتوحات کی ابتدا** :۔ آپ کا دوسرا کارنامہ اسلامی فتوحات کی ابتدا ہے۔ آپ نے نہ صرف تمام عرب کو از سرِ نو اسلام کے دائرہ میں داخل کیا بلکہ اس کو وسعت بھی دی۔ آپ ہی کے زمانے میں فتوحات کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو ایک طرف پھیلتا پھیلتا دیوارِ چین تک پہنچ گیا اور دوسری طرف اس نے بحرِ اوقیانوس کے قدم چھو لئے اور جس کی رفتار صرف انیسویں صدی میں آ کر رکی۔ حضرت ابوبکرؓ نے انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں اپنے وقت کی دو سب سے بڑی طاقتوں سے ٹکر لی اور ان کی جڑوں کو ہلا دیا۔

۳۔ **مالی اور ملکی نظام کی ابتدا** : آپ کا تیسرا عظیم الشان کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اسلامی نظامِ حکومت کی بنیاد رکھی۔ آپ کے عہد میں زکوٰۃ، خراج۔ جزیہ، خمس (غنیمت کا پانچواں حصہ جو حکومت کے مصارف کے لئے الگ کر دیا جاتا تھا) کی آمدنی میں کافی اضافہ ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ کو بیت المال کا شعبہ باقاعدگی سے قائم کرنا پڑا۔ گو بیت المال کی ابتدا آں حضرتؐ کے زمانے میں ہو چکی تھی مگر اس کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا اور نہ ہی اس کے لئے کوئی مستقل عمارت تھی۔ کیونکہ آں حضرتؐ کا اصول تھا کہ بیت المال میں جو کچھ آتا تھا آپ ملکی ضروریات کا خرچ پورا کرنے کے بعد بقایا مال اسی وقت مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بیت المال کے لئے ایک عمارت تعمیر کروائی، لیکن آپ نے آنحضرتؐ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کا اصول برقرار رکھا اور اس میں کوئی رقم جمع نہ ہونے دی۔ بلکہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ غنیمت وغیرہ کی رقم تقسیم کرنے کے بعد آپ بیت المال میں جھاڑو پھیروا دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کی وفات کے بعد بیت المال کا جائزہ لیا گیا تو اس میں صرف ایک دینار نکلا۔ اللہ اللہ! ایک طرف تو یہ عزم کہ زکوٰۃ کے ایک اونٹ کی رسّی نہ دینے پر جنگ اور دوسری طرف اس کے خرچ میں یہ فراخ دلی کہ اس کا ایک پیسہ بھی بچا کر نہ رکھنا۔

مالی انتظام کے علاوہ آپ نے ملکی انتظام کی طرف بھی توجہ کی انتظامی سہولت کے پیشِ نظر آپ نے تمام عرب کو دس حصّوں میں تقسیم کیا اور ہر حصّے پر ایک امیر کو مقرّر کیا۔ جس کے ذمہ انتظامِ ملکی کے علاوہ نماز کی امامت، زکوٰۃ کی فراہمی اور مقدمات کی سماعت سپرد تھی۔ عراق اور شام کے مفتوحہ علاقے فوجی حکام کے ہاتھ میں ہی رہنے دے۔ کیونکہ ابھی ان علاقوں پر پوری طرح تسلط قائم نہ ہوا تھا۔ آپ حکام کے انتخاب میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے اور تقرر کے وقت انہیں مفید ہدایات دیتے تھے۔

۴۔ **اسلامی جمہوریت کی ابتدا**:۔ چوتھا عظیم الشان کام جو حضرت ابوبکرؓ نے کیا وہ اصولِ شوریٰ کا قائم کرنا تھا۔ آں حضرتؐ بھی اہم امور میں صحابہ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ لیکن چونکہ آپ کے بہت سے احکام براہِ راست وحی پر مبنی ہوتے تھے اس لئے مشورے کی نوبت کم آتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ چونکہ صرف خلیفہ تھے، پیغمبر نہیں تھے، اس لئے آپ نے یہ اصول قائم کیا کہ جن امور میں قرآنِ پاک یا رسولِ اکرمؐ کا کوئی صریح حکم موجود ہوتا تھا، ان میں مشورہ کی ضرورت نہ سمجھتے تھے البتہ جن امور میں قرآنِ پاک کے صریح احکام یا سنّتِ رسولؐ کا نمونہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

موجود نہ ہوتا۔ آپ بڑے بڑے صحابہ کو بلا کر ان سے مشورہ کرتے، اور جس بات پر اکثریت کا جھکاؤ دیکھتے، اسی پر عمل کرتے۔

۵۔ **ذمّیوں کے حقوق کی حفاظت** :- فتح خیبر وہ اسلامی فتح تھی جس نے اسلامی ریاست میں غیر مسلم عناصر کا اضافہ کر دیا تھا چونکہ اسلامی حکومت غیر مسلم رعایا کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ دار تھی اس لئے ان کو اسلامی شریعت کی اصطلاح میں ذمّی کہتے تھے آں حضرتؐ نے اپنی زندگی میں ان کے حقوق متعیّن کر دئے تھے اور وفات کے وقت ان کے حقوق کے تحفّظ کی بڑی تاکید فرمائی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں حیرہ اور شام کے عیسائی بھی خلافتِ اسلامیہ کا جزو بن چکے تھے، اس لئے آپ نے انہیں وہی حقوق عطا فرمائے جو اس سے پہلے آں حضرتؐ کے نطقے میں انہیں عطا ہو چکے تھے۔ مثلاً حیرہ کے عیسائیوں کو از روئے معاہدہ مذہبی آزادی دی گئی۔ ان کو اپنی مذہبی عبادات اور رسومات ادا کرنے کی پوری اجازت تھی۔ ان کو یقین دلایا گیا کہ ان کی کسی مذہبی عمارت کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ حتّٰی کہ وہ عمارتیں جن میں بوقتِ ضرورت دشمن کے مقابلہ میں قلعہ بند ہوتے تھے، ان کو بھی نہ گرانے کا وعدہ کیا گیا۔ (تاریخ اسلام شاہ معین الدین۔ آمل ۱۵۳۔)

۶۔ عہدِ صدیقی کا ایک بہت بڑا کارنامہ قرآنِ پاک کی کتابی شکل میں تدوین ہے۔ آنحضرتؐ کا معمول تھا کہ جونہی کوئی حکم یا سورہ نازل ہوتی تھی۔ آپ کاتب وحی کو بتا دیتے تھے۔ کہ اسے فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد لکھا جائے۔ اس طرح قرآنِ پاک کے نزول کے ساتھ ساتھ آپ کی ہدایات کے مطابق آیات اور سورتوں کی ترتیب بھی ہوتی جاتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ بعض صحابہ ان

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

آیات اور سورتوں کو اسی ترتیب سے حفظ کر لیتے تھے۔ اسی طرح قرآنِ پاک دو طریقوں سے محفوظ ہو جاتا تھا۔ ایک کتابت کے ذریعہ سے اور دوسرے حفاظ کے سینوں میں۔ تحریریں متفرق چیزوں پر تھیں، کہیں کھجور کے پتھل پر اور کہیں کاغذ پر اور کہیں چمڑے پر۔ ان کو ابھی جمع نہیں کیا گیا تھا اور نہ ہی کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ نزولِ قرآن کا سلسلہ تو آنحضرتؐ کی وفات تک جاری رہا۔ یہ کام آپ کی وفات کے بعد ہی ہو سکتا تھا۔ جنگِ یمامہ میں جب حافظِ قرآن صحابہ کی بہت سی تعداد شہید ہو گئی تو حضرت عمرؓ کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر حافظِ قرآن صحابہ کی شہادت کی یہی رفتار رہی تو خدانخواستہ قرآنِ پاک کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ اس لیے حضرتِ عمرؓ نے حضرتِ ابوبکرؓ کو مشورہ دیا کہ قرآنِ پاک کی تمام تحریریں جو آں حضرتؐ کے حکم سے لکھی ہوئی موجود تھیں اسی ترتیب سے ایک جگہ جمع کر دی جائیں۔ تاکہ اگر خدانخواستہ سب حفاظِ قرآن شہید بھی ہو جائیں تو پھر بھی قرآنِ پاک اپنی تحریری صورت میں محفوظ رہے۔ حضرتِ ابوبکرؓ نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور حضرت زید بن ثابت کاتبِ وحی کو اس کام پر مامور کیا۔ حضرت زید نے ان تمام تحریروں کو جو مختلف اشیاء پر لکھی ہوئی تھیں، اکٹھا کر کے سی دیا۔ اس نسخہ کی حضرتِ عثمانؓ نے اپنے زمانے میں چار نقلیں کرا کر خلافتِ اسلامیہ کے چار مختلف مراکز میں رکھوا دیں، تاکہ اس کے بعد قرآنِ پاک کے جو نسخے لکھے جائیں وہ ان کے مطابق ہوں۔ بعض لوگوں کو اس سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ قرآنِ پاک کو اس کی موجودہ شکل میں حضرتِ ابوبکرؓ نے ترتیب دیا۔ حالانکہ انہوں نے صرف یہی کیا کہ ان متفرق اجزاء کو جن پر قرآنِ پاک لکھا تھا۔ یکجا کر دیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk